

## HABIBIA ISLAMICUS

(The International Journal of Arabic & Islamic Research) (Quarterly) Trilingual (Arabic, English, Urdu) ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)  
Home Page: <http://habibiaislamicus.com>

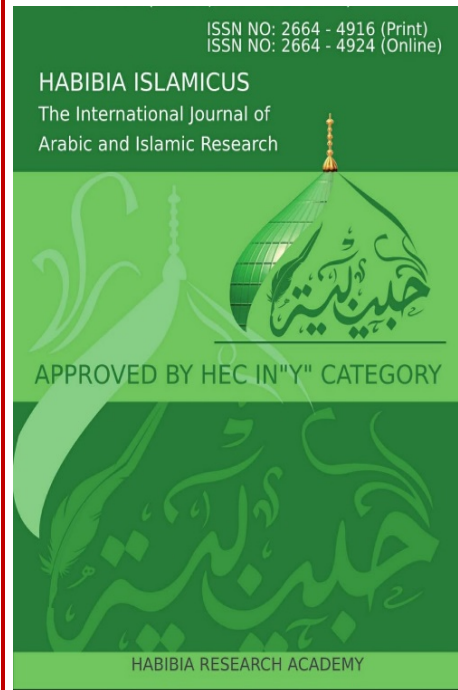
Approved by HEC in Y Category

Indexed: IRI (AIU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY  
Project of JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,  
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration  
Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.

Website: [www.habibia.edu.pk](http://www.habibia.edu.pk)

This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).



### TOPIC:

#### ROLE OF SOOFIAS IN FIRST DURATION OF SUB-CONTINENT IN SPREADING ISLAM THROUGH URDU LANGAUGE

برصغیر میں اسلامی تعلیمات کا اولین پرچار بذریعہ قدیم اردو زبان

### AUTHORS:

1. Dr. Samreena Liaquat, Assistant Prof. Department of the Urdu Federal University of Arts, Science & Technology, Abdul Haq Campus, Karachi.
2. Dr. Nadia, Assistant Prof. Department of the Urdu Federal University of Arts, Science & Technology, Abdul Haq Campus, Karachi.
3. Mrs. Sharmeen Naeem, Lecturer Urdu Federal University of Arts, Science & Technology, Abdul Haq Campus, Karachi.

**HOW TO CITE:** Samreena Liaquat, Nadia, and Sharmeen Naeem. 2022. "U-6 ROLE OF SOOFIAS IN FIRST DURATION OF SUB-CONTINENT IN SPREADING ISLAM THROUGH URDU LANGAUGE: برصغیر میں اسلامی تعلیمات کا اولین پرچار بذریعہ قدیم اردو زبان". *Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research)* 6 (1):71-84.  
<https://doi.org/10.47720/hi.2022.0601u06>.

URL: <https://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/271>

Vol. 6, No.1 || January–March 2022 || P. 71-84

Published online: 2022-03-30

QR. Code



## ROLE OF SOOFIAS IN FIRST DURATION OF SUB-CONTINENT IN SPREADING ISLAM THROUGH URDU LANAUGE

برصغیر میں اسلامی تعلیمات کا اولین پرچار بذریعہ قدیم اردو زبان

Samreena Liaquat, Nadia, Sharmeen Naeem

### ABSTRACT:

*In South Asia the origin of Islam, begin with Muslim conquerers. Muslim scents were came in Hindustan before those conqueres and started spreach of Islamic education. To achieve that purpose they tried in several ways. they attracted the local people not only from there says but also they worked and did those deedes who attracted local peoples. For the sake to educate local people saints did poetry, wrote translations and explanation etc. they guided people for each point of life by their writings. Hence, we can say that spreach of Islam in Sub-Continent Hindustan are because of that Saints we are getting the results of their education the name of those saints are Hazrat Baba Ganj bakhsh, Ganj bakhsh Ali hajveri, Mound Din Chishti, Bu Ali Shah Qalandar, Shah Raju, khowaja Banda Nawaz Gesu daraz, Shamsuddin Ashaq, Burhan ud din Janam, shaikh Dadar, amin ud din Ala etc. These saints went everywhere in Hindustan and spreached Islam. the language that they used were the branch of Shorseeni Parakrat that were called old Urdu.*

**KEYWORDS:** Spreach of Islamic education, poetry, Shorseeni Parakrat, Saints.

آج سے 1500 سال قبل مسیح جب آریاؤں نے برصغیر کا رخ کیا تو اپنی حکمرانی کو برقرار رکھنے کے لیے برصغیر میں چار طبقے بنا دیے اور خود مذہبی معاملات کو سمجھال لیے۔ ان طبقوں میں۔ برہمن۔ شودر۔ دیش۔ کھشتری بہت نمایاں ہیں۔ سب سے زیادہ جو طبقہ معاشرتی پسماندگی کا شکار تھا وہ شودر تھا۔ نہ اس طبقے کو دوسرے لوگوں کے برابر نہ بیٹھنے کی اجازت تھی اور نہ ہی خوش رہنے کی۔ یہ طبقہ اپنی سے اونچی ذات والوں سے شادیاں بھی نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرے طبقوں کو بھی اپنی اپنی حدود سے نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایسے سخت معاشرے میں ہزاروں سال سے عوام ازیت سے دوچار تھے جو گناہ انھوں نے کیے بھی نہ تھے اس کی سزائیں ان کی نسلیں کاٹ رہی تھیں۔ 712 میں جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا تو وہ طبقہ جو نیچلی ذاتوں کا تھا وہ بھی دل سے چاہتا تھا کہ ان کا معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے وہ حکومتیں جو مظالم کی انتہا میں ڈوبی ہوئی تھیں ان پر زوال آجائے۔ اور ہوا بھی یہی اسلام نے اس کھوکھلے عدم مساوات اور لاقانونیت کے پرچار معاشرے اور اسکی ظالم حکومت کو اپنی آمد سے نست و نابود کیا۔

712 سے پہلے برصغیر میں مسلمان آئے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھے۔ جہاں جہاد کے جذب سے لبریز غازیوں نے برصغیر کو وقفے وقفے سے فتح کیا وہیں صوفیاء کرام نے برصغیر میں موجود لوگوں کے دلوں کو فتح کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ محمد بند قاسم کی سندھ میں آمد سے پہلے بھی برصغیر میں صوفیاء کرام اسلام کی اشاعت میں اپنی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ یہ ان ہی کی خدمات کا نتیجہ ہے کہ برصغیر میں ہی نہیں برصغیر کے باہر بھی آج مسلمانوں کی تعداد کسی بھی دوسری قوم سے کم نہیں، نہ صرف لوگوں میں اسلام پھیلایا بلکہ انھیں اسلام کی تعلیمات کے مطابق شریعت محمدی ﷺ کے نقش پا پر چلایا بلکہ ان کی اصلاح بھی کی۔ یہ ایک ایسی تحریک تھی جسے صوفیاء کرام حکم خداوندی کے تحت چلا رہے تھے۔ صوفیاء کرام نے عام بول چال کی سادہ زبان جو وہاں کے عام

لوگ باآسانی سمجھ لیا کرتے تھے یعنی اردو زبان سے اپنی اخلاقی، اصلاحی، اسلامی خدمات کی شروعات کی۔ تمام صوفیاء کرام مختلف جگہوں پر اپنی اپنی خانقاہوں میں نیکی کا حکم دو اور برائیوں سے منع کرو کا سبق دے رہے تھے، یہ خانقاہیں لوگوں کی تدریس گاہیں بھی ہوتیں یہی تمام لوگ وہ مسائیل جو ان سے حل نہ ہو پاتے ان کے حل لے کر یہاں آتے اور بامراد لوٹتے۔ زندگی کی وہ مشکل گریں جو ان سے کھل نہ پاتیں وہ صوفیاء کرام چند لفظوں میں کھول دیتے تھے۔ ہر علاقے میں ایک صوفی ضرور ہوتا تھا۔ یہ وہی اللہ کا بندہ ہوتا جسے نہ دوسرے درباری شاعروں نثر نگاروں کی طرح پیسوں کی حاجت ہوتی نہ ہی بادشاہوں کے قریب کے قرب کی چاہت، بلکہ ان تمام صوفی حضرات کی کرامات ہی تھیں کہ بڑے بڑے بادشاہوں کی موجودگی اکثر صوفیاء کرام کے آستانوں میں دیکھی جاتی تھی، ملک کے بڑے بڑے مسائیل جو بادشاہ حل نہ کر پاتے تھے وہ صوفیاء کرام سے حل کرائے جاتے تھے کیونکہ عوام صوفیاء کرام کی دل سے قدر کرتے تھے، یہ صوفی نام کے ہی صوفی نہ ہوتے تھے بلکہ عنایت الہی سے اپنے عمل اور کردار سے اپنے علم کی بدولت صوفی بنتے تھے۔ عرفان روح کو حاصل کرنے کے لیے عشق حقیقی میں ڈوبے رہتے اور عشق حقیقی میں ڈوبنے کے لیے سلوک کی تمام تر کٹھن منزلوں کو طے کرتے تھے، یوں تو صوفیاء کرام ہر دور میں رہے اور کوئی گوشہ اور دور ان سے خالی نہ رہتا مگر برصغیر میں اشاعت اسلام کے اولین دور میں ان کا وجود بہت اہم ہیں تمام صوفیاء کرام کا مقصد لوگوں کی اصلاح ان میں خدا سے محبت کے جذبات ڈالنا تھا اور لوگوں کی زندگی کو دین دنیا میں بہترین بنانا ہی ان کا کام تھا۔ صوفیا کا مقصد اولین برصغیر میں اسلام کا جھنڈا سر بلند کرنا تھا، اپنے اس مقصد کے لیے نہ صرف صوفیاء کرام نے اپنی اولادوں کو وقف کیا بلکہ مریدین کو بھی اس جذبے سے سرشار کیا۔

اس دور میں جہاں اسلام کی کرن دور دور تک پھیل رہی تھی اسلام صوفیاء کرام کی کوششوں سے تیزی سے پھیل رہا تھا مگر نئے مسلمان پوری طرح اسلام سے واقف نہیں ہو پارہے تھے۔ ان کو واقفیت دینے کے لیے انکی پوری زندگی شریعت محمد پر گزارنے کے لیے ان صوفیاء کرام نے نثر میں کتابیں اور شاعری میں رسالے ترتیب دیے ان کی اس کوشش نے لوگوں کی زندگیاں بدل دیں اس طرح معاشرے میں موجود بہت سی بدعات کا خاتمہ کیا گیا۔ ایسے بھی صوفی گزرے ہیں جنہوں نے دین اسلام کے لیے بادشاہ وقت کی سختیاں برداشت کیں مگر صبر و برداشت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا جیسے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی جو اکبر جلال الدین کے ظلم کا نشانہ بنے۔ سید احمد شہید کا نام بھی قابل ذکر ہے جو خدا کی راہ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ وہ چاہے صوفی ہوں یا عالم سب کا مقصد ایک ہی تھا کہ نہ صرف خود کی زندگی رضائے الہی کے مطابق بنائیں بلکہ جتنا ہو سکے عوام الناس کی اصلاح کے لیے ان سے برائیوں کو بدعات کو دور کر کے ان میں خدا سے محبت کا تصور شریعت محمدی ﷺ سے محبت کا امن کا سبق دے۔

آج ان ہی کی خدمات کا اثر ہے کہ اسلام تیزی سے پھیلا اور پھیلتا ہی رہا اور اب بھی پھیل رہا ہے اس دور کی طرح ہر دور میں اور آج بھی خدا کے نیک بندے بنا کسی معاوضے کے عہد خداوندی کی پاسداری میں مصروف اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ چونکہ خدا انکے پھنپنے کے دو راستے ہیں ایک طریقت اور شریعت۔ شریعت کے بغیر طریقت اور طریقت کے بغیر شریعت کو نہیں سمجھا جاسکتا، ایک عام انسان اپنے لیے جی رہا ہوتا ہے اور ایک صوفی، عالم خدا کی خوشنودی کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر اصلاح معاشرہ کے لیے کام کر رہا ہوتا ہے۔

712 میں جب مسلمانوں نے برصغیر میں سندھ پر قبضہ کیا تو مسلمان برصغیر میں سیاسی طور پر غلبہ پانے میں کامیاب ہو گئے۔ جسم و جاں تو فتح ہو گئے زراور زمین بھی مغلوب ہو گئے بڑے بڑے مسلمان فاتحین نے ہندوں کی طبقاتی کشمکش کی انہوں کو توڑ کر ان کے غرور کو چکنہ چوڑ ہونے پر مجبور کر دیا لیکن ان کے دلوں کو فتح کرنے کے لیے صوفیاء کرام نے اپنا کردار ادا کیا اور ان کی ہی کاوشیں تھیں جس نے ویش، شودر، برہمن، کشتری جیسے طبقے رکھنے والے معاشرے کو اسلام کی مشعل راہ دکھائی۔ یوں تو برصغیر میں طبقاتی کشمکش کو دور کرنے کے لیے دلوں کو سکون دینے کی لیے کئی تحریکوں نے سر اٹھایا جن میں بھگتی تحریک، بدھ مت تحریک ایسی تحریکیں ہیں جنہوں نے قدیم اردو زبان ہی کے ذریعے اپنے اپنے مکتبہ فکر کو بیان کیا۔ بدھ مت چونکہ ترک دنیا کو ہی نروان سمجھتی تھی اس لیے داخلی طور پر برصغیر کے لوگوں کو زیادہ دیر تک سکون نہ دے سکی۔ بدھ مت کے زوال کے بعد شنگر اچاریہ نے بھی ہندو آئینہ تصور کو فروغ دیا وحدانیت کی راہ دکھا کر منتر کی عبادت کو فروغ دیا۔ شنگر اچاریہ کے بعد بھگتی تحریک نے سر اٹھایا یہ تحریک بھی نہ چل سکی کیونکہ اس میں بھی خدا کو ارضی صورت میں منتقل کر کے اسی کے آگے سر بسجود کیا جاتا تھا۔ تمام تحریکوں میں اس تحریک نے اسلامی اثرات کو زیادہ قبول کیا۔ ۲۔ لیکن بھگتی تحریک نے شخصی خدا کو اہمیت دی اس لیے اسلام کی ضرب سے یہ بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ اور اسلام کے آگے پارہ پارہ ہو گئی۔ چونکہ اردو زبان حالیہ موجودہ دور کی زبان نہیں بلکہ اس کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی شور سینی اب بھرنش زبان کی۔ دوسری صدی عیسویں کے قریب ایک قوم جسے ابھیر کا نام دیا جاتا ہے اس قوم کی زبان اب بھرنش تھی، کچھ صدیاں اس قوم نے برصغیر پر راج کیا یہ قوم پہلے ہرات قندھار کے علاقوں میں آباد تھی پھر برصغیر میں داخل ہوئی۔ ۳۔

سمندر گپت جس کا زمانہ 320 تا 380 ہے اس نے جن قبائل کو شکست سے دوچار کیا ان میں ابھیر قوم بھی شامل تھی۔ اس قوم کی زبان اب بھرنش تھی اس قوم کے باشندے جہاں جہاں جاتے یہ اب بھرنش وہاں کی پراکرتوں کے ساتھ مل کر قدیم اردو تخلیق کرتی جاتی۔ یہی قدیم اردو ہی اس زمانے میں پوری طرح بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ غریب ہو یا امیر ہر طبقہ اس زبان سے واقف تھا اس لیے اسلام کی اشاعت کے لیے صوفیاء کرام نے اسی زبان کو منتخب کیا۔ پنجاب، دکن، دہلی، گجرات تمام علاقوں میں جہاں جہاں صوفیاء کرام اشاعت اسلام کے لیے اپنے ڈیرے ڈالتے اسی زبان میں بات کرتے اب تک جو ملفوظات۔ مخطوطات دریافت ہوئے ہیں وہ بھی اسی قدیم اردو زبان میں ہی ہیں انھی رسائل اور تعلیمات میں اردو زبان کو اشاعت اسلام کے لیے استعمال کیا گیا۔ گویا یہ اردو زبان کی خوش نصیبی ہے کہ اسے اشاعت اسلام کے لیے چنا گیا۔ درجہ ذیل سطور میں ہم دیکھیں گے کہ وہ چاہے پنجاب ہو یا دکن دھلی ہو یا گجرات سندھ ہو یا برصغیر کا کوئی بھی مقام مختلف لہجوں کے ساتھ ایک ہی زبان صوفیاء کرام اسلام کی طرف لوگوں کو راغب کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں یہی زبان اردو زبان تھی۔

جتنے اولیاء اللہ آئے سب نے عوام کو اسی زبان میں تعلیم دی جو عوام کی بولی تھی جسے عوام اچھی طرح سمجھ لیتے تھے۔ ۴۔

صوفیاء کرام نے اسلام کی اشاعت کے لیے دو طرح کے انداز منتخب کیے ایک طریقہ شاعری کا تھا، دوسرا نثر نگاری کا نثر نگاری کے طریقے پر ایک صوفی بزرگ شاہ راجو جنھیں سید یوسف حسینی شاہ راجو بھی کہا جاتا ہے۔ 31-1330 میں نثر میں اسلام کی اشاعت کر رہے ہیں ان کا ایک رسالہ و سالہ شاہ راجو بھی ملا ہے جو اب تک کاسب سے قدیم رسالہ سمجھا جاتا ہے اس رسالے میں اسلام کی تعلیم کچھ

اس طرح درج ہے۔ "جان اے عزیز اول کچھ نہ تھا، آسمان تھا نہ زمین، عرش نہ کرسی، چاند نہ تارے نہ کچھ تھا اور ذات حق تعالیٰ اپنے میں آپی میں تھا اس حد تک کہ صفتوں کا بھی ظہر نہ تھا نہ اپنی خبر رکھتا تھا نہ غیر کی"۔ ۵۔

اسلام کی تعلیم کا مقصد لوگ اپنے آپ کو پہچانیں خدا کو پہچانے اپنی زندگی کے مقصد سے واقف ہوں اپنی ذات کی تکمیل کریں خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں تمام بری عادتیں ترک کر کے اسلام کے راستے پر چلیں اس صراط مستقیم کو اپنے لیے مشعل راہ بنائیں جو ایک خدا کی بندگی کی طرف انسان کو لے جائے اور انسان اپنے آپ کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کے محسن انسانیت ﷺ کی تعلیمات خداوندی پر چلائے۔ زیادہ تر صوفیاء کرام مندروں اور دوسری عبادت گاہوں کے سامنے اپنا ٹھکانہ بناتے تھے اور چہوتروں پر کٹیاؤں پر دین حق کی تعلیم دیا کرتے تھے چونکہ ہندوؤں کے مزاج میں گانے بجانے کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ اسی لیے ان کو اپنی طرف توجہ دلاتے۔ اس کے لیے ہندوؤں کی توجہ اسلام کی طرف کرنے کے لیے کچھ ایسے ہی جتن کا اہتمام کرتے تھے یہ ہی جتن آگے چل کر سما کی صورت اختیار کرتا گیا۔ درجہ ذیل سطور میں ہم ان صوفیاء کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے اپنی زندگی اشاعت اسلام کے لئے نہ صرف وقف کیں بلکہ کتنے ہی غیر مسلم لوگوں کو اسلام کی دولت سے سرفراز کیا۔

#### خواجہ معین الدین چشتی اجمیری:

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جن کا انتقال ۱۲۳۵ میں ہوا ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انھیں ہندی روحانی ولایت نصیب ہوئی۔ ان کا ایک قول بہت مشہور ہے "گمان نہ کند کہ بیچ اولیاء اللہ بہ زبان ہندی تکلم نہ کردہ زیرا کہ اول از جمیع اولیاء اللہ قطب الاقطاب خواجہ بزرگ معین الحق والممتد والدین قدس اللہ سرہ بدیں زبان سخن فرمودہ۔ ۶۔ اس قول سے ظاہر ہے صوفیاء کرام ہندی زبان میں اسلام کی تعلیمات دیا کرتے تھے۔ باقاعدہ وہ یہاں اشاعت اسلام کے سلسلے میں آئے۔ یہاں کی زبان سیکھی اور ساتھ ساتھ اپنی اپنی زبانوں یعنی فارسی۔ ترکی کے بھی الفاظ قدیم اردو میں شامل کیے۔

امیر خسرو ابوالحسن یحییٰ الدین (۱۳۲۵-۱۲۵۳):

حضرت امیر خسرو کی صوفیانہ شاعری بہت مشہور ہے۔ یہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔ آپ نے خالق باری لغت بھی لکھی۔ ۷۔ اس میں عربی اور فارسی الفاظ کے ہندی معنی درج ہیں اپنے پیر نظام الدین اولیاء سے کافی فیض حاصل کیا۔ عشق حقیقی کا جوگ ان کے دل میں اس طرح موجزن تھا کہ ان کی روح ایک جوگن کی طرح خدا کے عشق میں گرفتار تھی۔ انھوں نے کئی راگ رانگیاں ایجاد کیں فارسی شاعری کو ہندی شاعری میں سمو یا ان کے اشعار میں تصوف کی نمایاں شان نظر آتی ہے۔

یہ انہی کی شاعری ہے۔ ز حال مسکین ممکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں

کہ تاب ہجران ندارم اے جاں نہ لیہو کا ہے لگائے چھتیاں

شبان ہجران دراز جوں زلف و روز و وصل جو عمر کو تاہ

سکھی پیاؤں جو میں نہ دیکھو تو کیسے کائوں اندھیری رتیاں

کسے پڑی ہے جو جاسناوئے پیارے پی کو ہماری بتیاں

شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر (۱۲۶۵-۱۱۷۳):

آپ نے بھی اشاعت اسلام اور دین کی ترویج میں اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ کا ایک قول بہت مشہور ہے، "جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سوے داس"۔ ۸۔

یہ اس دور کے زمانے کی قدیم اردو ہے اس قول کو دیکھ کر صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانے میں لوگ جو زبان بول رہے تھے وہی استعمال کی گئی ہے۔ یہ ہی قدیم اردو ہے، جو اپنے ابتدائی دور میں تھی۔ ان کے ملفوظات کے در مجموعے دستیاب ہیں۔ جس طرح معین الدین نے اجیر کو اپنا ٹھکانہ بنایا اور وہاں سے لوگوں کو دین حق کی تبلیغ دی اسی طرح پنجاب کی سر زمین کو خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر نے اپنا ٹھکانہ بنایا اور لوگوں میں اسلام کی تعلیمات کو عام کیا، کتنے ہی غیر مسلم اسلام کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ درج ذیل دوہے ان سے منسوب ہیں، تن دھونے سے دل جو ہوتا پوک پیش رواصفیاء کے ہوتے غوک

خاک لانے سے گر خدا پائیں  
گائے بیلاں بھی واصلان ہو جائیں

وقت سحر وقت مناجات ہے

خیز در آل وقت کہ برکات ہے۔ ۹۔

آپ کی کتابوں میں اسرار اولیاء اور راحت قلوب شامل ہیں نہ صرف ان رسائل میں انھوں نے لوگوں کو معرفت کی راہیں دکھائیں، بلکہ ان میں پھیلی ہوئی بدعات کو بھی رفع کیا۔ صوفیاء کرام نے خدا کی وحدانیت کے ساتھ ساتھ انسانی مساوات پیدا کرنے پر بھی توجہ دی خدا سے بندے کا تعلق پتی اور پیتم کی صورت میں مختلف صوفیاء کرام نے ظاہر کیا۔ ۱۰۔

شیخ شرف الدین بوعلی قلندر متوفی ۱۳۲۳:

بوعلی شاہ قلندر ایک نامی گرامی صوفی بزرگ تھے ان کا یہ دوہا بہت مشہور ہے۔

تجن سکارے جائیں گے اور نین مریں گے روئے

بدھنا ایسی رین کو بھور کدھی نہ ہوئے۔ ۱۱۔

بوعلی شاہ قلندر امیر خسرو کے دور کے ہی بزرگ ہیں رعایہ ان کا بہت احترام کرتی تھی۔ صوفی منش بزرگ تھے ایک مرتبہ انکی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے امیر خسرو کی مدد حکومت وقت نے لی یہ علاؤ الدین خلجی کی حکومت تھی۔ یہ وہ موقع تھا جب ایک صوفی نے دوسرے صوفی کو عشق حقیقی میں ڈوبے ہوئے اشعار سنا کر منالیا تھا۔

شیخ عبدالقدوس گنگوہی ۱۵۳۸ متوفی:

آپ براعظم برصغیر کے نامور صوفی تھے عبدالصمد نے اخبار الاصفیاء میں آپ کو مجتہد وقت کے نام سے یاد کیا ہے رشد نامہ انکے دوہوں کے مجموعے کا نام ہے اس میں آپ نے راگ راگینوں کو صوفیانہ طور پر ڈھالا ہے اور عشق حقیقی کی الگ کی کیفیت پیدا کی۔ یہ



تمام بزرگان دین مختلف جگہوں میں موجود تھے بابا فرید ملتان میں شیخ حمید الدین ناگوری میں امیر خسرو دہلی میں، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اودھ میں تبلیغ اسلام کر رہے تھے جو بزرگ پنجاب میں تھے انکی بولی میں ہریانوی اثرات جو بہار میں تھے ان پر ماگدھی اثرات کسی پر دکنی۔ کسی پر سرائیکی کسی پر گجراتی عرض زبان تو ایک ہی تھی لہجے الگ الگ تھے بحیثیت مجموعی زبان کا کینڈا رنگ دھنگ بنیادی طور پر ایک ہی ہے۔ ۱۲۔ یہی قدیم اردو ہے جسے اشاعت اسلام کے لیے استعمال کیے۔

شیخ برہان الدین غریب متونی ۱۳۳۸:

سلطان محمد تغلق کے عہد کے بزرگ ہیں دہلی کے بعد ولایتی اور صوفیاء سلسلے میں یہ دکن گئے اور دکن کی ولایت ان کو عطا ہوئی۔ ۱۳۔ ان صوفی بزرگ نے بھی اردو ہی کو اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا تھا، گویا یہ اردو کی خوش نصیبی تھی کہ اس سے رشد و ہدایت کا کام لیا جا رہا تھا۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز متونی ۱۳۲۲:

آپ بھی حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے آپ حضرت یوسف شاہ ربیعو قتال کے فرزند تھے اردو میں سب سے قدیم رسالہ آپ کا دستیاب ہوا ہے۔ آپ بڑے نامی گرامی بزرگ تھے اس کے اصل مصنف مخدوم شاہ حسینی ہیں۔ مراج العاشقین نامی کتاب آپ سے منسوب کی جاتی تھی لیکن اس کے اصل مصنف مخدوم شاہ حسینی تھے۔ ۱۴۔ ان کے درج ذیل اشعار بہت مشہور ہیں:

پانی میں نمک ڈال مزادیکھیں اسے

جب گھل گیا نمک تو نمک بولنا اسے،

یوں کھوئے خودی اپنی خدا ساتھ محمد

جب گھل گئی خودی تو خدا بن نہ کوئی دے۔ ۱۵۔

یہ خودی کا تصور جو علامہ اقبال نے پیش کیا ان سے پہلے بھی تصوف میں کئی بزرگان دین بیان کر چکے ہیں ان میں خواجہ بندہ نواز کا نام سرفہرست ہے۔ آپ شاعری کے بھی لوگوں کی اصلاح کر رہے تھے اور نثر میں بھی کئی رسائل آپ سے منسلک ہیں آپ کے بعد آپ کے بیٹے کو ولایت ملی اور انھوں نے اپنی تمام تر زندگی ترویج اسلام کے لیے وقف کی۔ بہت سے غیر مسلم اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے اور بہت سے مسلمان جو دین الحق سے درست واقفیت نہیں رکھتے تھے ان اصلاح کی۔

شاہ میراجی شمس العشاق متونی ۱۳۹۶:

شاہ میراجی شمس العشاق متونی گجرات میں بڑی شہرت رکھتے تھے، آپ کو خواب میں رسول اکرم ﷺ کی طرف سے ہندوستان آنے کا حکم ہوا آپ نے وہاں آکر تصوف کے پھول بکھیرے شہادت تحقیق اور مغز مرطوب آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ لکھتے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو عربی جانتے ہیں نہ فارسی انکے لیے ہندی میں باتیں لکھی ہیں ظاہر پر نہ جانا چاہیے باطن کو دیکھنا چاہیے کوئی بھی ہو مضمون پر خیال کرنا چاہیے۔ ۱۶۔ خوش نامہ خوش نغمہ۔ شہادت تحقیق مرغوب القلوب انکی بہترین کتابیں اس زمانے میں فارسی کا دور دورہ تھا۔ فارسی زبان عروج کی منزلوں پر تھی مگر برصغیر میں اسلامی نظریات ان رسالوں اور کتب کی صورت میں شائے ہو رہے تھے

جو صوفیاء کرام کی جانب سے لکھی جا رہی تھیں۔ چونکہ اس دور میں عربی فارسی کم لوگ جانتے تھے خاص کر دکن میں قدیم اردو مقامی زبانوں میں رچ بس رہی تھی۔ اور صوفیاء کرام جن کا تعلق عرب ایران سے ہوا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس زبان میں عربی اور فارسی زبانوں کے الفاظ بھی شامل کرتے گئے۔ اس طرح اسلام کی طفیل اسی زبان اردو کو بھی اہمیت و آسانی ملتی گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک بولی سے ادبی زبان کی صورت اختیار کر گئی۔ میراجی نے شیخ باجن کے طریقے کو اپنایا میراجی کی زبان میں برج بھاشا یعنی اردو قدیم۔ مقامی بولیوں سنسکرت اور گجری زبان کا اثر ہے۔ ان تمام زبانوں کے مکچر کو ہندی کا نام دیا جاتا تھا۔ مریدین کی ہدایت کے لیے اس زبان میں نظمیں اور نثر لکھی جاتی تھی۔ انکی نظم خوش نامہ خوش نغمہ بہت مشہور ہیں۔ ان نظموں میں خوش ایک نیک سیرت لڑکی ہے جو سوال کرتی ہے دین کو سمجھانے کے لیے یہ ایک حقیقی کردار تھا یہ لڑکی خوش سیرت و کردار کی مالک خاندان چغتائی کا چشم و چراغ تھی۔ ہر وقت اللہ سے ڈرنے والی اور کہتی جہاں جہاں میں چھپتی ہوں وہاں وہاں تو ہی نظر آتا ہے۔ ۷۔

محض سترہ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اسی خوشی کے کردار کو مسلمانوں کی اصلاح کے لیے استعمال کیا اور ایک سچے پکے اور خدا سے ڈرنے والے مسلمان میں کیا خوبیاں ہونی چاہئیں وہ خوشی کا کردار بتا کر اصلاح عام کرتے تھے۔ وہ نظم میں نثر میں خوشی کے سوالات لکھتے اور اس کے جوابات بھی خود ہی دیتے تھے اور اپنی تحریروں میں بتاتے ہیں جب درد و غم حد سے سو اہو جاتا ہے تو انسان کو کس طرح صبر کرنا چاہیے ان کی دیگر نظموں میں خوش کے متعلق بھی ان کی نظموں میں عشق حقیقی اور سلوک کی منزلوں کا سفر طے کیا گیا ہے۔ میراجی سمنی العشاق کی ایک نظم خوش نغمہ بہتر اشعار پر مشتمل طویل نظم ہے۔ یہ سوال جواب کی ہیئت پر لکھی گئی ہے آپ ذات کا عرفان۔ روح کا عرفان۔ موت کا عرفان۔ عقل و عشق کا عرفان، عرفان ذوق نور کرامات کا بیان آپ ان تمام بیانات پر مفصل انداز میں اس نظم میں روشنی ڈالتے ہیں۔

عشق کہے سن عقل پریشان اگنت اچھے راج

عاروس کیرانا زبکاوے باندی کیرا راج

عقل کہے بند کریں سنگار زبے گیسو ناز

عشق کہے بن پریم پیاجی کی تو اچھے ساز۔ ۱۸۔

ایک نظم شہادت التحقیق ہیں جو کہ ۱۱۵۶۳ اشعار پر مشتمل ہے اس میں بھی شریعت طریقت کے مسائل قرآن و سنت کی روشنی میں اشعار کی صورت میں سمجھائے گئے ہیں اس نظم میں وہ الفاظ سے زیادہ مقصد پر توجہ دیتے ہیں ان کے خیال میں لفظوں کی حیثیت مٹی جیسی ہے اور معنوں کی حیثیت سونے جیسی لکھتے ہیں۔ ۱۹۔

جن معنی مانک لےجئے

کھڑ بھاگا چھوڑ دیجئے

تو کیوں من اتھے بھاگے

بے مغز بیٹھا لاگے

سب جھالے جھاڑ دیو

وہ مغز معنی لیو

نظم مغز مرغوب از شمس الدین عشاق



اللہ محمد علی امام      دایم ان سو حال

سب خاصوں سوں اللہ اللہ      تو رکھوں کیا کمال

مغز مرغوب دھریا جانو      اس نسخے کا نام

مشد موکھوں سمجھنے      تو ہوئے کشف تمام۔ ۲۰۔

ان اشعار میں میر انجی اپنی محنت اور صلاحیت سے لوگوں کے لیے راستہ بنا رہے ہیں یہ اس دور میں شاعری اردو زبان میں ہو رہی ہے جب اردو زبان کی حیثیت محض ایک بولی سے زیادہ نہیں تھی۔ آپ نے اور آپ جیسے دوسرے تمام صوفیاء کرام نے اپنی انتھک محنت سے اس میں اظہار رائے کے بیان اور انداز پیدا کیے اسی اسلامی خدمت نے اردو زبان میں بھی ادبی صلاحیت ڈال دی۔ یہ ان ہی کا فیضان تھا کہ آگے چل کر اس قابل ہوئی کہ دنیا کے تمام علم و فنون اور اظہار رائے مضامین کو اپنے اندر بہترین انداز میں سمو سکے۔

شیخ بہا الدین باجن متونی ۱۵۰۶:

باجن وہی بزرگ ہیں جن کی تبلیغ کا انداز کو پست سے صوفیاء کرام نے اپنایا انھوں نے پہلی بار ہندی اسلوب کو زبان دہلی قرار دیا۔ بہت ہی خوبصورت انداز سی سادگی اور روانی میں عشق الہی اور عشق محمدی میں اشعار کہتے ہیں اپنی کتاب خزانہ رحمت میں انہوں نے اپنے مرشد کے اقوال کو جمع کیا فرماتے ہیں۔

کاندھے سو ہے کانہلی سر پر سو ہے تاج

لت کت آوے نبی محمد تم کارن معراج

محمد سرور پریم کار رحمۃ اللہ بھریا

باجن چیوڑاوار کر سر آگیں دھریا۔ ۲۱۔

ان صوفیاء کی طرح سید محمد جون پوری شیخ عبدالقادر گنگوہی، شاہ علی جیو گام دھنی قاضی محمود دریائی یہ تمام صوفیاء کرام بھی اشاعت اسلام کے لیے اپنی خدمات اس دور میں برصغیر کے لوگوں کو دے رہے تھے گویا ایک کارواں تھا ایک ایسی خدمت تھی جس کا معاوضہ انھیں خدا سے ملتا تھا۔ ان تمام صوفیاء کرام کے مریدین نے ان کے کلام کو آگے بڑھایا۔ شیخ علی جیو گام دھنی کے مرید نے جن کا نام شیخ حبیب اللہ تھا آپ کے کلام کو جواہر اسرار اللہ کتاب کو صورت میں شائع کیا۔ یہ کام سلسلہ بہ سلسلہ سینہ با سینہ سرانجام پاتے ہیں شمس العشاق کے بیٹے شیخ برہان الدین جانم نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر اسلام کے لیے اپنی زندگی وقف کی۔

شیخ برہان الدین جانم ۱۵۸۲:

میں آپ کا انتقال ہوا بہت سے نظموں کے علاوہ سائل بھی لکھے نثر میں بھی کلمۃ الحق نامی کتاب لکھی۔ مشکل موضوعات کو بھی اپنی قادر کلامی سے آسان انداز میں بیان کر دیتے تھے۔ برہان الدین جانم فلسفہ وجودیت کے حامی تھے اسی فلسفہ کو انھوں نے اپنی تصانیف میں کھل کر بیان کیا ہے تصوف شریعت طریقت پر شاعری کی ہے انھوں نے تصوف کے فلسفہ وجودیت کو دو درجوں میں تقسیم کیا اور بتایا کہ روح کا عرفان ذات کی بلندی خدا کا عشق کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے آپ کے مطابق طریقت جب ہی مل سکتی ہے

جب شریعت کو تھام لیا جائے انھوں نے سلوک کی راہ پر چلتے ہوئے ذات کے عرفان کے حصول کے طریقے بھی بتائے ہیں انکی بشارت الزکر نظم ۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ ذکر جلی۔ ذکر سری۔ ذکر خفی۔ ذکر روہی کے عنوانات پر اس نظم میں شاعری کی گئی۔ سک سہیلا، برہان الدین جانم کا ایک گیت ہے۔ اس گیت میں عارفانہ خیال کے علاوہ طریقت کے متعلق بیان درج ہے۔ منفعت الایمان انکی ایک نظم ہے یہ ایک ایسی صوفیانہ نظم ہے جس میں ایک حصے میں اعتقادات ملحدان ہیں اور دوسرے حصے میں ان سے بچنے کی تاکید و تلقین کی گئی ہے۔ ۲۲۔

فرماتے ہیں قرآن تفسیر اور کتاب جتنا قول ہے سوال جواب (در بیان نصیحت)

یو سب ملحد قوم بچار

ایمان ناہیں ان کے ٹھار

نبی ولی کے سب اقوال

سمجھنا ناہیں وہ کس حال

بو جھیں ناہیں راہ سلوک

غفلت راہ لگ بھولے چوک

انکی ایک اور نظم ہے فرمان اذ دیوان جس میں طریقت کے اصول بتائے گئے ہیں۔ انکی ایک نظم حجت البقاء بھی ہے جس میں بے مرشد طالب کا ہدایت میں آنے کا قصہ شاعرانہ مشنوی کے انداز میں بتایا گیا ہے۔ یہ تمام بزرگان دین صاحب کرامات تھے ان تمام صوفیاء کرام نے ہندو فلسفوں کی حقیقت واضح کی انسان کو گناہوں سے نہ صرف دور کیا بلکہ نیکی کی طرف آنے اور دین و دنیا کو بہترین بنانے کی بھی ترغیب دی۔

سید شاہ اشرف بیابانی ۱۵۲۸:

سید شاہ اشرف بیابانی کی چار تصانیف لازم مبتدی واحد باری نو سر ہار اور آخر الزماں دستیاب ہوئی ہیں ان تمام تصانیف میں شاہ صاحب نے فرائض کی کھل کر تشریح کی ہے اور مردوں اور عورتوں کو درپیش وہ تمام مسائل اور ان کے حل پیش کیے ہیں۔ جن کا تعلق روزمرہ زندگی سے ہے۔ اس کے علاوہ واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین کا مقصد بھی اپنی مثنوی میں بتایا ہے۔ ان کی شاعری اس طرح کے رنگ میں تھی کہ سننے والا اور پڑھنے والا دونوں سکون محسوس کرتے تھے۔ روح کو اور دلوں کو تڑپانے والے اشعار اشرف بیابانی کا خلاصہ ہے۔ وہ تمام غلطیاں جو اس دور میں مسلمان فرائض کی انجام دہی میں کرتے تھے ان کی اصلاح شاہ صاحب قرآن و سنت کی روشنی میں فرماتے تھے لازم مبتدی انکی ایک نظم ہے اس میں انھوں نے بیان احکام بنائے اسلام بیان احکام صفت حیض و نفاس کے مسائل، غمل، وضو، نماز، سجدہ، تیمم نماز کا بیان، بیان نماز عیدین، غسل و کفن میت غرض اس طرح کے تمام مسائل اور بیانات احکام فرائض پر بات کی ہے شاعرانہ انداز میں مشکل سے مشکل بات آسان انداز میں لکھ دی ہے فرماتے ہیں،

## سنت غسل کی بوجھیں پانچ ہات اور فرج کوں دھوناں سانچ

پلیٹی دور کر کپڑے میں  
وضو کرنا پہل غسل میں

تین بار سر سیدی پانولگ دھوناں  
پچھوں نماز پر طیار ہوناں۔ ۲۳

اس کے علاوہ ایک نظم نو سر ہار میں حضرت امام حسین کی شہادت بی بی زینب کا حال اور واقعہ کربلا کے مقاصد کو پیش کیا ہے یہ تمام ایسے بزرگان دین ہوتے تھے جنہیں یہ غرض نہیں ہوتی تھی کہ دنیا میں کیا اچھا ہے کیا برا، اگر ہوتی تو صرف اس بات سے غرض ہوتی تھی کہ دنیا میں خدا کی خوشنودی کیسے حاصل ہو۔ یہ آپ ہی کی ذات کا عرفان تھا کہ دین میں پھیلائی ہوئی دنیا کی بہت بدعات کو ختم کیا۔ آج سے سواتین سو سال پہلے اردو زبان قدیم زبان اور فارسی کی شمولیت کی قلت رکھتے ہوئے بھی صوفیاء کرام کے دم سے ناشناسا نہیں تھی۔ تمام صوفیاء کرام نے اردو زبان سے کام لے کر لوگوں میں غور و فکر تندر کا مادہ پیدا کیا۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک سب کی اصلاح میں پیش پیش رہے، اپنی خانقاہوں کے دروازے سب پر کھولے اور ترویج دین تبلیغ دین کی خدمت بنا کسی معاوضے کے سرانجام دیتے رہے اس زمانے میں صوفیاء کرام کی نظمیں ان کی نثری تحریریں تمام عوام الناس کی اصلاح قرآن و سنت کی روشنی میں ظاہر تھیں ایک اور نام اس فہرست میں نمایاں نظر آتا ہے وہ شاہ اول کا ہے۔

شیخ غلام محمد واول متوفی ۱۶۵:

آپ بھی اپنے شیخ شاہ برہان الدین جانم کی طرح صوفی اور شاعر تھے یہ قطب شاہی عادل شاہی سلطنتوں کی زمانے تھے اس دور میں بادشاہ بھی دنیاوی عشق میں گرفتار ہو کر اپنی محبوباؤں کے لیے شاعری کر رہے تھے۔ اور بڑے بڑے درباری شاعر جیسے ملا وجہی بھی انہی کے عشق کے قصے اپنی تحریروں میں بسا کر داو دربار کی حصول میں مصروف تھے۔ قلی قطب شاہ جیسا بادشاہ بھی محض اپنی عیاش زندگی اور لہو لعب میں ڈوب کر عشقیہ شاعری میں کھو کر اپنی زندگی برباد کر چکا تھا اور اپنی اس عیاش مند زندگی پر دیوان بھی ترتیب دے چکا تھا جس میں دنیا کی اور دنیا سے عشق کی محبت سرچڑھ کر بول رہی تھی اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف ۴۰ سال کی عمر میں اپنے اس عیاش صرف زندگی کی وجہ سے زندگی سے ہار گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب زیادہ تر لوگوں کا رہبان شاعری کی طرف تھا اور جس کی شاعری بادشاہوں کو پسند آتی تھی اس کی جیب بھی بھری جاتی تھی اب رہے وہ احباب جن کی شاعری کا مقصد عوام الناس کی اصلاح تھی دین کی تبلیغ تھی بھلے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ دکھانا تھی اور لوگوں کو صراط مستقیم پر لانا تھا یہ فرائض امر بن معروف و نہی عن المنکر کے۔ صوفیاء کرام ہی سرانجام دے رہے تھے۔ یہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے انکی زندگی خود بھی سراپا نمونہ تھی حضرت شیخ غلام محمد واول کا نام بھی انہی صوفیاء کرام میں آتا ہے۔ آپ اپنے پیر مرشد جانم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لوگوں کو قرآن و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا درس دے رہے تھے۔ آپ کی شاعری کی خاص بات یہ تھی کہ اس زمانے میں غزل جو صرف دنیاوی عشق اور عشق مجازی کے

اظہار کا وسیلہ تھی آپ نے اسے عشق حقیقی سے روشن کر دیا آپ کی غزلوں میں دنیا سے بے ثباتی خوف خدا روح کی اور ضمیر کی آواز خدا کی قربت اور آخرت کے خیال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ آپ کی غزلیات مکمل طور پر اخلاقیانہ اور صوفیانہ تھیں۔ ان غزلیات کو وہ خیال کا نام دیتے تھے یہی شاعری میں فرماتے ہیں،

سب چھوڑ اس دنیا کوں ہیں دیکھ جان ہارے  
ہشیار ہو موئے پر افسوس کھان پارے،

کیا فہم ہے بندیاں کوں نسدن گئے دھندیا کوں  
نہیں جانتے دندیاں کو بھی آگ لان یارے۔ ۲۴

شاہ داؤل کی چار نظمیں ہی منظر عام پر آئی ہیں جن میں ناری نامہ خیال کشف الوجود، کشف الفوار ہمارے سامنے ہیں فلف وجود اپنی شاعری میں نظم جہاں شہادت میں بڑی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں ان کی ایک امر نظم کشف الفوار میں ایک مریہ پر عشق حقیقی کس طرح داخل ہوتا ہے واقعہ بیان کیا گیا ہے جو اس طرح ہے۔

|                                                                                                  |                               |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------|
| یک تھا طالب صادق مرد                                                                             | دانا عاقل اہل درد             |
| پوچھا مرشد کوں سیک سوال                                                                          | گزر یا آج رات منہ پر حال      |
| حق کا اصل مل ذات                                                                                 | برتن ہا راق کے سات            |
| اتنا سنا کہ مرشد خاص                                                                             | نعت بھریا جس کے پاس           |
| کہیا سن اے طالب پاک                                                                              | تجھے دھیر اس کا بولوں ساک۔ ۲۵ |
| انکی ایک امر نظم کشف الوجود میں اللہ پر توکل۔ بھروسہ اور اللہ کی حمد ثنا اس طرح بیان کی گئی ہے:- | چوں جگ عالم جس تھی بار        |
| اللہ واحد سر جن ہار                                                                              | ذات منزہ سہج سر وپ            |
| ظاہر باطن اپنا روپ                                                                               | دہ نا آوے کس ادراک۔ ۲۶        |
| ذات منزہ سب تے پاک                                                                               |                               |

اپنے دور میں شیخ شاہ داؤل خواتین کے لیے بھی ناری نامہ میں نظم لکھتے ہیں اس میں عورتوں کو ان کے شوہروں کے ساتھ محبت کا سبق دیا گیا ہے۔ شاعری میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت کا فرض ہے کہ اپنے شوہر سے محبت کرے اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اگر شوہر خوبصورت نہ بھی ہو تو اس کی تمام تر محبت کا حقدار وہی ہونا چاہیے۔ عورت وہ کام کرے جو شوہر کو پسند ہو شوہر سے غصے اور سخت آواز سے بات نہ کرے۔ سوکن سے بھی ہمدردانہ سلوک روا کرتے۔ اس نظم میں عورتوں کے لیے نصیحت اور میٹھا لہجہ ہے ناری نامہ اور شفقت آمیزانہ رویہ شاعری جو دل کو موہ لیتا ہے۔ فرماتے ہیں

اندلا اگر مجذوب ہے صورت طبع ناخوب ہے  
جیسا اچھو محبوب ہے پیو باج کوئی پیارا نہیں

جیسا اچھو جس دھات کا  
روشن شمع ظلمات کا  
تج تے خلل ناآن وے  
ہر حال پیوسک پان دے

تھ چند پونم کی رات کا  
پیو باج کوئی پیارا نہیں  
پیو جان منگتا جان وے  
پیو باج کوئی پیارا نہیں۔ ۲۷۔

آپ کی تحریروں نے نہ صرف مریدین پر اثر کیا بلکہ پورے معاشرے کی اصلاح کی۔ عورت جو ہر دور میں اہمیت کی حامل ہے اس کا وجود ہی انسانیت کی بقا کا ضامن ہوتا ہے اسے زندگی کیسے گزارنی چاہیے اس کا ہونا معاشرے کے لیے کس قدر اہم ہے۔ وہ نہ صرف اپنی زندگی کس طرح خوبصورت بنائے بلکہ اپنے سے جڑے دوسروں لوگوں رشتوں کی زندگی بھی اچھی بنائے۔ جیسے شوہر اور اولاد، یہ تمام وہ رشتے جو عورت سے منسلک ہوں عورت ان سے کیسے سلوک رکھے، یہ تمام باتیں شیخ داؤد صوفی حضرت اپنی شاعری میں بتاتے نظر آتے ہیں۔

شاہ امین الدین اعلیٰ ۱۶۷۵:

بے جا پور کے نامور صوفی شاہ امین الدین نے اپنی خاندانی روایات کو آگے بڑھاتے ہوئے اپنے والد برہان الدین جانم کے نقش قدم پر چلے۔ خوش دہاں بزرگ سے تعلیم و تربیت حاصل کی خوش دہاں خود ایک بلند پائے کے بزرگ تھے معرفت السلوک ایک رسالہ بھی انھوں نے لکھا اس میں عام طالب علم اپنی تمام تر الجھنوں و مسائل دنیا و دین کا حل دھندنے کے لیے سوال کرتا ہے جس کا جواب وہ اس رسالے میں دیتے ہیں اپنے پیروہ مرشد کی طرز پر ہی آپ نے سبھی رسالے نکالے اور ان رسالوں نے ہدایت کی شمع پر خاص و عام کے دل میں روشنی کی۔ آپ نے ہی شاہ امین الدین اعلیٰ کی تربیت کی۔ امین الدین اعلیٰ کی صوفی شاعری میں محب نامہ رموز السالکین کلام اعلیٰ اور وجودیہ اور کلمۃ الاسرار مشہور ہیں۔ آپ کے فلسفے کی بنیاد خود ہی کو پہچان کر خدا کو پہچاننے پر ہے۔ آپ کے خیال میں نفس کا عرفان جب ہی نصیب ہوتا ہے جب وجود کے تمام مرتبوں کا حصول ممکن بنالیا جائے۔ آپ نہ صرف وحدت الوجود کے نظریے کی وضاحت کی ہے بلکہ وحدت الشہود کے نظریے کو بھی خوبصورتی سے بیان کیا اللہ کی وحدانیت اسکی توحید کچھ اس طرح اپنی نظموں میں بیان کرتے ہیں۔

نہیں ہے اللہ دو جا کوئے  
سب سوں بن سب ہر یک پاس  
اللہ سوں دیک سب کچھ ہوئے  
مطلق بنیا شاہد خاص  
اللہ پاک منزہ ذات  
اس صفتاں قائم سات۔ ۲۸۔

یہ تمام وہ بزرگان دین تھے جنہوں نے اس دور میں اردو زبان کو وسیلہ ترویج دین بنایا ورنہ ان سے پہلے اردو زبان کو اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ اس زبان نے علمی زبان کی حیثیت ان صوفیاء کرام کی محنت سے حاصل کی۔ یہ ان صوفیاء کرام کا فیض ہے کہ اردو جو محض ایک بولی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھی آج ادبی اور مکمل زبان بن کر دوسری زبانوں کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہے۔

## حوالہ جات

- 1- اردو ادب کی تحریکیں ڈاکٹر انور سعید ص ۳ ۱۳۴
- 2- ایضاً ص ۱۳۸
- 3- تاریخ زبان و ادب اردو ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۱۶
- 4- اردو ابتدائی نشوونما میں صوفیاء کا کام ص ۸
- 5- اردو ادب کی مختصر تاریخ ڈاکٹر انور ص ۱۲۰
- 6- ایضاً ص
- 7- ڈاکٹر جمیل جالبی تاریخ اردو ادب ص ۳۵
- 8- ایضاً ص ۴۱
- 9- ڈاکٹر انور سوید اردو ادب کی تاریخ ص ۶۹
- 10- ڈاکٹر انور سوید اردو ادب کی تحریکیں ص ۱۶۰
- 11- مولوی عبدالحق اردو کی ابتدا میں صوفیاء کرام کا کام ص ۱۵
- 12- تاریخ ادب اردو جلد اول ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۴۴
- 13- اردو کی ابتدا میں صوفیاء کرام کا کام مولوی عبدالحق ص ۲۱
- 14- تاریخ ادب اردو جلد اول ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۱۴۷
- 15- ڈاکٹر انور سوید اردو ادب کی مختصر تاریخ ص ۷۲
- 16- ایضاً ص
- 17- تاریخ ادب اردو ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۱۵۴
- 18- ایضاً ص ۱۵۲
- 19- ایضاً ص ۱۵۷
- 20- ایضاً ص ۱۵۸
- 21- اردو ادب کی مختصر تاریخ ڈاکٹر انور ص ۷۴
- 22- تاریخ ادب اردو جلد اول ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۱۸۵
- 23- ایضاً ص ۱۶۰
- 24- ایضاً ص ۲۹۶
- 25- ایضاً ص ۳۶۸
- 26- ایضاً ص ۳۶۸
- 27- ایضاً ص ۲۷۱
- 28- ایضاً ص ۲۷۵



This work is licensed under a [Creative Commons Attribution 4.0 International License](https://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).